ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۰ ستمبر، ۷ اکتوبر ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲/- روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح — محمد سعید الرحمٰن علوی

صحابہ علیہم الرضوان — نجوم ہدایت

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم یَقُوْلُ سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّمَّا هُمْ عَلَیْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِیْ عَلٰی هُدًی قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ (رواہ رزین)

صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ جماعت ہے۔ جسے حالت ایمان و ایقان میں حضور نبی کریم مکرم علیہ السلام کی رفاقت و صحبت نصیب ہوئی۔ اس عظیم انسانی جماعت سے متعلق قرآن عزیز کی متعدد آیات موجود ہیں جن میں اللہ رب العزت ان حضرات کے ایمان و اعمال صالحہ کی خبر دی۔ ان کے بلند دینی کردار کی تعریف کی۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے انہیں معیارِ حق و صداقت بنایا جب منافقوں نے انہیں ایمان و اسلام قبول کرنے کے سبب بیوقوف کہا۔ تو رب العزت نے اپنے محبوب نبی علیہ السلام کے ان باکردار ساتھیوں کے خلاف اس بدزبانی کا سخت نوٹس لیا۔ اور واضح لفظوں میں کہا کہ ان یارانِ نبی کو ایسا کہنے والے غایت درجہ کے بے وقوف اور کندہ ناتراش ہیں۔ (البقرہ) — ایمان و یقین میں ان کی پختگی اور کفر و عصیان سے ان کے دور و نفور ہونے اور انہیں مکروہ خیال کرنے کی شہادت بھی قرآن میں موجود ہے۔ (الحجرات) آقائے مدنی علیہ السلام نے اپنے ان تربیت یافتہ خدام و رفقاء کے متعلق ان گنت ارشادات فرمائے۔ امت کو ان کے حقوق سے آگاہ کیا — اور راہِ حق میں ان کی قربانی و ایثار کا تشکرانہ ذکر کیا۔

آپ نے واضح کر دیا کہ مسلمان ہونے کی حالت میں میرے جمال جہاں آراء کی زیارت کرنے والوں کو ہی جہنم نہ چھوئے گی۔ بلکہ ان کے دیدار کرنے والے (تابعین) بھی جہنم سے ہر طرح محفوظ رہیں گے۔ (ترمذی) نبی اُمّی علیہ السلام نے ان حضرات سے محبت کو اپنی محبت کی دلیل بتلایا تو ان سے بُغض و عداوت کو اپنی دشمنی سے تعبیر کیا (ترمذی) انہیں کوسنا، ان پر تنقید کرنا اور انہیں بُرا بھلا کہنا باعث لعنت بتایا (ترمذی) اسی وجہ سے علماء امت ان حضرات کے معاملہ میں غایت درجہ احتیاط کی تلقین کرتے ہیں اور محتاط رہنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ امت کے رجال کار کی ہدایت یہ ہے کہ صحابہ کا ذکر بجز خیر نہ کیا جائے۔ اور ان کے باہمی اختلافات کے تذکرہ سے حتی الامکان کفِ لسان ہو — کہ وہ حضرات اختلاف کے باوجود

(باقی ۲۵ پر)

حضرۃ لاہوریؒ کے ارشادات عالیہ کا مسلسل انتخاب | باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حق تلفی ایک مہلک روحانی بیماری ہے

(٣)

قرآن مجید کی شہادت

ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود پھر شرک میں مبتلا رہنے کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللہِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ۔

(سورہ یوسف۔ ع ۱۲۔ پ ۱۳)

ترجمہ: ان میں اکثر ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام | کیا شرک کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی حق تلفی نہیں ہے؟

بے شمار حق تلفیاں

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں انسان بے شمار حق تلفیاں کرتا ہے جن کا بالتفصیل ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ مگر بطور نمونہ دو ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللہَ کَثِیْرًا ۵ (سورہ الاحزاب ع ۳۔ پ ۲۱)

ترجمہ: البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے جو اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

مخالفت کی وعید

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کریں اور راستہ اختیار کریں گے ان کے حق میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ... تا... وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ (سورۃ النساء ع ۱۷ پ ۵)

ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو۔ اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفی

مذکورۃ الصدر آیات میں حکم تو یہ ہوا تھا کہ مسلمان کو اپنے ہر عمل حیات میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہئیے۔ اور اگر اس نمونہ کو اختیار نہ کیا تو دوزخ میں داخلہ کی اطلاع دی گئی تھی۔ مگر بجز اللہ تعالیٰ کے چند بندوں اور بندیوں کے اکثریت کی بقول شاعر یہ حالت ہے:

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

نتیجہ

کیا مسلمانوں کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(باقی ۱۰ پر)

رازِ حیات

ازجناب منشی غلام قادر صاحب فرخ امرتسری

منزلِ ہستی میں سارے ایک جاں ہو کر رہو
متحد باہم مثالِ کارواں ہو کر رہو

مختلف ہیں جسم لیکن قوم کے افراد ہو
سرزمینِ "پاک" میں اک خانداں ہو کر رہو

محو عالم کو کرو اپنی ہم آہنگی سے تم
بہرِ استحکامِ ملّت ہمزباں ہو کر رہو

قطرے قطرے سے کبھی پیدا تلاطم بھی ہُوا؟
موجزن ہمرنگِ بحرِ بےکراں ہو کر رہو

غافلو! بازیچۂ اطفال یہ دنیا نہیں
عقل میں پیر اور ہمت میں جواں ہو کر رہو

آب و تاب اپنی دکھا دو گلشنِ ایجاد میں
ابرِ تر بن کر رہو، برقِ تپاں ہو کر رہو

سرنگوں معدوم ہوتے ہیں برنگِ نقشِ پا
اس زمیں پر تم رہو، تو آسماں ہو کر رہو

فرخ اس محفل میں ہے گرمِ عمل ہی کو فروغ
شمع سوزاں کی طرح آتش بجاں ہو کر رہو





جلد ۲۹ • شمارہ ۱۳/۱۴

۲۲/۲۹ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ • ۳۰ ستمبر، ۷ اکتوبر ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری

محمد سعید الرحمٰن علوی

ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک کا اصل مسئلہ

جاگیرداری نظام کا خاتمہ

ایم۔آر۔ڈی نے اپنی متاع گم گشتہ یعنی جمہوریت کے حصول و تلاش کے لئے جو "تحریک" چلا رکھی ہے اس کو اب ۴۰ سے زائد دن ہو چکے ہیں۔ جب یہ تحریک شروع ہوئی تو اس کے کنونیر خان عبدالولی خان کے دست راست حاجی غلام احمد بلور تھے انہوں نے خان عبدالغفار خاں کے حوالہ سے جو دھماکہ کیا اس کو سنبھالنے کی غرض سے بیگم نسیم ولی خاں لندن سے واپس آئیں لیکن ان کے صوبے میں ان سمیت چند بڑوں کی گرفتاری کے بعد معاملہ خاموشی کا شکار ہو گیا ——— بلوچستان میں گاہ بگاہ کسی ایک آدھ شخص کی گرفتاری کی خبر ملتی ہے اور پھر خاموشی ہو جاتی ہے اور اب تو بہت دنوں سے سکوت مرگ کا سا معاملہ ہے ——— پنجاب کے مرکزی شہر لاہور میں کچھ دنوں پروانگانِ جمہوریت مشق ناز کرتے رہے اور ساتھ ہی بعض دوسرے شہروں میں کبھی کبھار ہلکی پھلکی موسیقی سنائی دیتی لیکن بہ حیثیت مجموعی اب یہ صوبہ بھی خاموش ہے۔ سچل سرمست اور بھٹائی کا دیس ——— سندھ ——— کا معاملہ سب سے جدا ہے۔ اس کا سب سے بڑا شہر کراچی تھا وہاں بات نہ بنی حیدرآباد میں کبھی کبھار ارتعاش کی کیفیت پیدا ہوتی ہے پھر خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔ سکھر کا قریب قریب یہی حال ہے۔ تاہم وہ اضلاع جو سرحدی ہیں یا جو پیروں، وڈیروں اور جاگیرداروں کی گرفت میں ہیں ان میں حالات ہنوز نارمل نہیں بعض لوگ وہاں کی ہلچل کو "سندھودیش" کی تحریک کہتے ہیں لیکن اس حوالہ سے "بدنام ترین فرد" جی ایم سیّد اس سے لاتعلق ہے اس لئے زیادہ مناسب وہ بات ہے جو سنجیدہ لوگوں نے کہی کہ "حقوق" کا

معاملہ ہے اور اسی لئے بے چینی ہے ۔

صدر گرامی ضیاء الحق صاحب نے دھوم دھڑلے سے دورہ کیا لیکن سیاسی جماعتوں میں ان کی مؤثر ترین حلیف جماعت — جماعت اسلامی کے ترجمان "جسارت" نے اپنی تجزیاتی رپورٹ میں اس دورہ کو زیادہ کامیاب نہیں بتلایا — جسارت کے بقول شوریٰ کے ممبر اور اس قسم کے لوگ بلا کر بات بنائی گئی ۔ اور بعض جگہ تو صحافیوں سے کرسیاں پُر کی گئیں ۔ اسی دورہ میں صدر صاحب کے عقیدہ کا مسئلہ زیر بحث آیا انہوں نے اپنے آپ کو "راسخ العقیدہ مسلمان" کہہ کر جان چھڑائی لیکن ہمارے نزدیک اس سے مسئلہ سلجھتا نہیں الجھتا ہے ۔ شکوک مزید پیدا ہوتے ہیں — قادیانیت کی بات نہ بھی ہو تو اس چھ سال سے زائد کے دَور میں قادیانیت اور رفض کا فروغ بہرحال امر واقعہ ہے اور یہ مسئلہ بے حد سنگین ہے ۔

○ نورانی میاں جو یکا یک ۱۹۷۰ء میں وارد سیاست ہوئے اور پھر اس ملک میں فرقہ واریت کی آگ خوب بھڑکائی ۔ ان کا پنجابی گروپ آمادگی ظاہر نہیں کر رہا ورنہ نورانی صاحب اب تک ایم ۔ آر ۔ ڈی میں خاصی اہم پوسٹ حاصل کر چکے ہوتے ۔

اب یکم اکتوبر کو دیکھیں وہ کیا رنگ دکھلاتے ہیں ؟

○ پگارا صاحب اچھے مزاحیہ بزرگ ہیں اس لئے ان کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا ، جماعت اسلامی افغانستان کے مسئلہ میں خاصی مصروف ہے ۔

○ جمیعۃ علماء اسلام کا ایک گروپ (؟) مدارس کے مہتممین اور پیران عظام کے سہارے تحریک میں اپنا حصّہ ڈالنے کی فکر میں ہے تو اصلی جمیعۃ ایک نئے اتحاد کا سوچ رہی ہے جو داخلی و خارجی اسباب کے تحت ابھی تک معرضِ وجود میں نہیں آیا ۔

○ چاروں صوبوں کے جغادری سیاست دانوں کی ایک کھیپ لندن میں مصروفِ کار ہے اور جو یہاں ہیں بالخصوص سندھی وڈیرے جو شوقیہ سیاست کا کھیل کھیلتے ہیں ، وہ ابتدائی مرحلہ میں بعافیت جیل منتقل ہو کر داد عیش دے رہے ہیں ۔

حالات کا یہ اچٹتا سا جائزہ ہے جو نوکِ قلم پر آ گیا

○ اصل میں ، ۔

○ لیگی قیادت کے غیر منصفانہ رویہ نے تقسیم کا نعرہ تو لگایا لیکن نہ تو حوصلہ سے کام لے کر صحیح بنیادوں پر تقسیم کرائی اور نہ ہی تقسیم کے بعد یہاں اسلام کی بات چلنے دی —

○ اسلام سے غیر مخلص سبھی تھے اور ہیں اس میں کسی کی تخصیص نہیں ۔

○ بی جمہوریت کے معاملہ میں دھاندلی کا ارتکاب لیاقت ، دولتانہ اور خان عبد القیوم نے ابتدا میں کیا ۔ اس بُری رسم سے اب تک نجات نہ ملی ۔

○ لیگی قیادت نے سکندر مرزا ، غلام محمد اور چودھری محمد علی جیسے بیورو کریٹس کو اپنے آپ پر مسلط کر کے بہ حیثیت مجموعی بیورو کریٹس کو ایوانِ حکومت کا راستہ دکھلایا پھر جب سے اب تک اس گروہ کا معاملہ المناک اور شرمناک ہے ۔

○ اسی قیادت نے اپنی بدعملیوں سے نہ صرف مارشل لاء کا راستہ ہموار کیا بلکہ مارشل لاء حکومتوں سے تعاون اور ان میں عملی شرکت اور اپنی جماعت کا تیا پانچہ کر کے حالات کو بد سے بدتر بنایا ۔

○ فوجی حضرات جن میں پی پی پی کے بعض رہنما اور موجودہ دور کے بعض وزیر شریک ہیں ، نے مشرقی پاکستان میں جبر کا راستہ اختیار کیا بعض سیاسی جماعتوں نے اس اقدام کی تحسین کی ، نتیجہ میں وہ حصّہ الگ ہو گیا

○ ۱۹۷۷ء میں اجتماعی اتحاد نے شاندار کامیابی کے باوصف اپنے عدم خلوص کی بناء پر ایک بار پھر مارشل لاء کی راہ ہموار کی ۔ موجودہ مارشل لاء حکومت کو بعض سیاسی جماعتوں نے ابتدا میں اور بعض نے شوریٰ کے قیام کے بعد افراد کی بھرپور طریق سے سپلائی کر کے طاقتور بنایا ۔

○ مرزائی ، کمیونسٹ اور شیعہ اقلیتیں اس دور میں پر پرزے نکال کر جوان ہو گئیں ۔ اور ملک کے در و بست پر قبضہ کے خواب دیکھنے لگیں ۔

○ ان تمام عوامل کا واضح نتیجہ بحران اور انتشار کی شکل میں سامنے ہے ۔ مدارس کے مہتمم اپنے طلبہ کو ، پیران عظام اپنے مریدوں کو اور جاگیردار اپنے مزارعوں کو تحریک کا ایندھن سمجھ کر جھونک رہے ہیں ۔ یہ لوگ آگے نہیں بڑھتے تو مہتمم ، پیر اور وڈیرے ان کو کوستے ہیں ۔ آگے بڑھتے ہیں تو حکومت ڈنڈے مارتی ہے — غریب چکی کے دو پاٹوں میں پس رہا ہے ۔ گویا وڈیروں کی ایک کھیپ ہے ۔ جو مسائل کا باعث ہے چاہے وہ جاگیردار کی شکل میں ہو یا پیر اور مہتمم کی شکل میں — پیر کا کام تزکیہ باطن اور مہتمم کا کام طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا تھا — لیکن یہ مخلوق روایتی جاگیرداروں سے کسی طرح کم نہیں — حکومت ان طبقات کا زور توڑے — موروثی جاگیرداروں سے قوم کو نجات دلائے — سفید چمڑی والے انگریز نے کالے خان بہادروں کا جو طبقہ پیدا کیا وہ ایک صدی سے زائد ہونے کو ہے قوم پر سوار ہے ۔ ماں کے پیٹ سے سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہونے والے اس گروہ کا مکمل قلع قمع ضروری ہے — اور ساتھ ہی نئے جاگیرداروں کے طبقات جو کسی بھی شکل میں سامنے آئے ، ان کی بیخ کنی وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے کہ اس کے بغیر حالات کی اصلاح ناممکن ہے — اگر حکومت یہ نہیں کر سکتی تو ہم واضح لفظوں میں پیش گوئی کرتے ہیں کہ اکھاڑ پچھاڑ کا یہ عمل اسی طرح جاری رہے گا ۔ غریب پٹتے رہیں گے اور حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ جاگیردار اپنا قبلہ بدلتے رہیں گے حکومت جو کوڑا غریبوں کی پیٹھ پر برسا رہی ہے اسے چاروں صوبوں کی وڈیرہ شاہی اور لاہور سے لے کر سکھر تک کے مہتممین اور پیروں کی پیٹھ پر برسائے ۔ تا کہ ملک اور غریب عوام استحکام و سکون حاصل کر سکیں ۔ ع

شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

علوی ۲۶ ستمبر ۱۹۸۳ء

حکیم صاحب اور سرور صاحب

○ کچھ دن قبل جہلم کی مسجد اہل حدیث میں دن دہاڑے بعض شقی القلب لوگوں نے حکیم فیض عالم صاحب صدیقی کو گولیوں سے شہید کر دیا — ایک آدھ مرتبہ حکیم صاحب سے ہمیں ملنے کا اتفاق ہوا — کتابیں ان کی کئی ایک دیکھیں — ان کا اصل موضوع شیعہ تحریک تھی — اسی حوالے سے انہوں نے بہت کچھ لکھا ، بہت سارے حضرات کو ان کی تحقیقی کاوشوں اور نتائج سے اختلاف تھا ، خود ہمیں بھی کئی ایک باتوں سے اختلاف تھا لیکن اندھے مذہبی جنون کی آڑ میں کسی شخص کی زندگی کا اس طرح چراغ گل ہو جائے ، انتظامیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے — شیعہ لابی نے ان کی اکثر کتابیں ضبط کرائیں ، ان پر مقدمات قائم ہوئے اس حادثہ سے چند دن قبل جوہر آباد کی ایک عدالت سے اپنے دلائل کی بنیاد پر وہ بری تو ہو گئے لیکن عدالت نے انہیں "محتاط رہنے" اور اپنی حفاظت

کی فکر کرنے" کا مشورہ دیا۔ اس کے چند دن بعد یہ المناک حادثہ رونما ہوا جو ہر اعتبار سے قابل مذمت اور باعث شرم ہے ـــــ تف ہے اس انتظامیہ پر جو اپنے شہریوں کی زندگی، عزت اور مال کی حفاظت نہیں کرسکتی۔ مولانا محمد اسلم قریشی کے اغوا کے بعد مختصر دور کا یہ دوسرا سنگین اور شدید سانحہ ہے ـــــ چند ٹٹ پونجیوں کی مجالس میں اپنے آپ کو راسخ العقیدہ حکمران کہنے والوں کے لئے اسلم صاحب کے اغوا کے بعد یہ دوسرا زبردست چیلنج ہے ـــــ دیکھیں وہ ان سے کیسے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ اگر انہوں نے ہوش کے ناخن نہ لئے تو نہیں کہا جا سکتا یہاں خون خرابے کی کیا شکل نمودار ہو گی۔ اور انسانی جانیں اور عزتیں کس طرح پامال ہوں گی؟

○ سرور صاحب وطن سے بہت دور ابوظہبی میں انتقال کر گئے۔ ان کے بھائی چوہدری غلام حیدر صاحب اسی شب لاہور میں ـــ سرور صاحب کے خاندان کے لئے دوہرا صدمہ ہے اور بڑا سنگین۔ مرحوم سے ہمیں بہت تعلق خاطر تھا شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسے مرد حر کے ہاتھوں قائم ہونے والی آزاد درسگاہ جامعہ ملیہ کے وہ فارغ التحصیل تھے، پھر اسی جامعہ کے مدرس رہے، اسی دوران ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے ایما سے وہ دیار عرب گئے اور مولانا عبیداللہ سندھی سے بھرپور استفادہ کیا۔ یہ استفادہ ملفوظات اور مولانا کی سوانح کی شکل میں سامنے آیا۔ سرسید کے سوانح نگار حالی کی کتاب کو لوگوں نے مایوسی کا اتھاہ سمندر قرار دیا تو سرور صاحب کی کتاب عبیداللہ سندھی کو زندگی کا بلند مینار۔ جس میں روشنی تھی، جذبات تھے اور زندگی کی حرارت ـــــ انہوں نے دہلی سے لاہور، لاہور سے پشاور، پشاور سے حیدرآباد سندھ اور اب اسلام آباد تک بھرپور انداز سے زندگی گذاری۔ اخبارات کی ادارات، رسائل کی ایڈیٹرشپ، نئی نئی کتابوں کی ترتیب، تصنیف اور تراجم ـــــ ان کے افکار بڑے واضح اور بے لاگ تھے۔ جنہیں انہوں نے کبھی چھپایا نہیں، ان کی صلاحیتوں کا زمانہ معترف تھا ـــــ صدر ادارہ مولانا عبیداللہ انور زیدمجدھم سے ان کے تعلقات مثالی تھے۔ اور جب دونوں اکٹھے ہوتے، علم و دانش کی محفل جم جاتی۔ علم و شرافت کا یہ مجسمہ جس نے زندگی کا طویل حصہ غایت درجہ عسرت لیکن خودداری و غیرت کے ساتھ بسر کیا اب ہمارے درمیان نہیں رہا۔ ہم اپنے اس محترم بزرگ کے متعلق رب العزت کے حضور بلندی درجات کے لئے دعاگو ہیں اور بہت جلد ایک تفصیلی مضمون کا اپنے قارئین سے وعدہ کرتے ہیں۔

○

اے بیٹے! اگر تیرے پاس علم کا پھل اور اس کی برکت ہوتی تو تو بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر خواہش نفسانی کے واسطے ہرگز آمد و رفت نہ کرتا

(نصائح غوث الاعظم)

مجلسِ ذکر ضبط و ترتیب : ادارہ

قربانی

اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا عزم و ارادہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالی

عیدالاضحیٰ سے قبل کی مجلس ذکر کی تقریر گو کہ بعد میں چھپ رہی ہے لیکن یہ وقتی نہیں سدا بہار پھول ہے جس کی خوشبو ہر وقت مشام جان کو معطر رکھے گی۔ (ادارہ)

بزرگان محترم! برادران عزیز! ۲/۳ دن تک ہجری سن کا آخری مہینہ "ذوالحجہ" شروع ہونے والا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس مہینہ میں ایک تو صاحب استطاعت لوگوں پر حج کا فریضہ بجا لانا لازم ہوتا ہے جو زندگی میں ایک بار فرض ہے اور اس کے ساتھ "قربانی" کی وہ سنت ادا کی جاتی ہے جسے حضور علیہ السلام نے صحابہ علیہم الرضوان کے سوال پر "سنت ابیکم ابراهیم" فرمایا تھا یعنی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریق ـــــ صدیوں پہلے وادی غیر ذی زرع کے لق و دق صحرا میں اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کا جو سخت ترین امتحان ہوا اس میں وہ بتوفیق ایزدی کامیاب ہوا، اور ایک یہ ہی نہیں اس کی تو پوری زندگی امتحان و آزمائش کی زندگی تھی خود رب العزت نے اپنے اس بندے کے امتحانات کا اجمالی ذکر سورۂ بقرہ میں کیا اور اس کی تفصیل دوسرے مقامات پر بیان کی۔ یہ بندۂ مولا سیدنا ابراہیم علیہ السلام تھے بابل کی تہذیب کا عروج تھا دھاتوں کے بت بنتے اور ان کی پوجا ہوتی۔ ابراہیمؑ کے والد غضب کے بت گر ہی نہ تھے بت فروش اور بت پرست بھی تھے ادھر اس تہذیب جاہلیت کا سردار نمرود تھا جو شاہی اختیارات کے نشہ میں معبود بنا بیٹھا تھا اور لوگ اسے سجدہ کرتے تھے۔ اس کافرانہ اور مشرکانہ ماحول میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے نبی تو ابتدا ہی سے فطرت سلیمہ و صحیحہ کا علمبردار ہوتا ہے۔ اس کا ایک لمحہ کسی بے راہروی سے ملوث نہیں ہوتا۔ ملت حنیفی کے موسس اول ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے لے کر قوم اور قوم سے لے کر بادشاہ تک کو حق کی طرف بلایا اور یہ بتلانا آسان نہ تھا کانٹوں کا تاج سر پر رکھنے اور آگ کے انگاروں سے کھیلنے والی بات تھی۔ اس امام رشد و ہدایت نے جسے اللہ رب العزت نے "رشد" سے نوازا تھا (سورہ انبیاء) نتائج و عواقب کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ نتیجہ یہ کہ باپ اور قوم اور بادشاہ نے اپنے اپنے طور پر زیادتیوں کی انتہا کر دی۔ تاہم ابراہیم علیہ السلام غایت درجہ تحمل سے راہِ حق میں ہجرت کو نکلے۔ ان کڑے امتحانات کے بعد ابھی یہ سلسلہ رکا نہ تھا بڑھاپے میں جو اولاد ملی اسے مع اس کی والدہ ایسی جگہ قیام کرانے کا حکم دیا گیا جہاں انسان نہ پانی نہ سبزہ و روئیدگی ـــــ لیکن "مسلم حقیقی"

نے سرِ تسلیم خم کر کے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ کا وعدہ سچ کر دکھایا۔ یہی بیٹا جب کچھ بڑا ہُوا اور باپ کے بڑھاپے کو ظاہری سہارا نصیب ہُوا تو تین دن کے خوابوں کے نتیجہ میں اس کے ذبح کی نوبت آگئی۔ راستہ کا کوئی پتھر اس عظیم باپ کی راہ نہ روک سکا تو بیٹے نے بھی حد کر دی کہ باپ سے عرض کر دیا اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ، جو حکم ربانی ہے اس کی تعمیل و تکمیل کریں اور جب بیٹا گردن کٹوانے کو تیار اور باپ چھری ہاتھ میں لئے گردن کاٹنے پر آمادہ تھا تو رب العزت نے اس قربانی کو قبول کر کے "ذبح عظیم" کا مژدہ سنایا اور یہ ادائے دلبری صبح قیامت تک ہر مسلم کا طرۂ امتیاز قرار پائی کہ اب ہر کسی کو بقدر ہمت و استطاعت قربانی کرنی ہے —— قربانی قرآن کے بقول قدیم عمل ہے لیکن اب اس کی موجودہ شکل براہیمی قربانی کی یاد ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے آقائے مدنی علیہ السلام کا جو ربط باہمی ہے اس کے سبب یہ سنّت مبارکہ ہمارے حصّہ میں آئی۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے تمہیں اجر نصیب ہو گا —— قرآن نے واضح کیا کہ جانور کا ذبح ظاہری مظہر ہے اصل بات دل کے ارادہ و نیت کی ہے۔ اور وہی قرب باری کا باعث بنتا ہے (الحج)

اس لئے عزیزانِ گرامی! قربانی کے عمل کو خوب زندہ کیجئے لیکن اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ جب چھری ہاتھ میں لئے آپ جانور کو ذبح کرنے میں مشغول ہوں تو اس وقت ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ ربّ العالمین۔ کے الفاظ اور ان کا بھرپور مفہوم ذہن میں ہو تاکہ ہر عمل اور ہر معاملہ اللہ تعالےٰ کے لئے خاص ہو جائے اور اس عہد کو دہرایا جائے کہ جب سب اللہ تعالےٰ کا ہے تو اس جانور کے سوا جب کبھی اور جہاں کہیں دین ہم سے مطالبہ کرے گا ہم اس کی تکمیل سے گریز نہ کریں گے۔

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔

بقیہ : باتیں ان کی یاد رہیں گی

حق تلفی نہیں ہے۔ پھر یہ تو قاعدہ ہے کہ وفادار اور باغی سے سلوک یکساں نہیں ہُوا کرتا اس لئے شریعت محمدیہ کی مخالفت کرنے والوں کے لئے ابتداء میں جہنم کا داخلہ ہو گا۔ ہاں دلوں میں ایمان باقی رہا ہو گا تو پھر شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی برکت سے بالآخر بہشت میں آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ

کی حق تلفی سے جو لوگ نہیں ڈرتے وہ اور کس کی حق رسی اور دادرسی کا خیال رکھیں گے۔

آخری دُعا

برادرانِ اسلام! اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں خالق اور مخلوق کی حق تلفیوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ : رقۃ القلوب

ہے اور اب تو نے اس کی روزی اور مدّت پوری کر دی اور اس پر ظلم نہیں کیا۔ الٰہی! تو نے اس پر اپنی اطاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی، الٰہی جو تو نے ثواب اس مصیبت پر صبر کرنے کا مجھے دینا ہے وہ میں نے اس کو بخش دیا۔ پس تو اس کا عذاب مجھ کو دے ڈال اور اس کو عذاب مت دے۔" یہ تقریر سن کر سب لوگ رو پڑے۔

پھر پھرتے وقت یوں کہا:
"تیرے بعد مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں، نہ اللہ کے ہوتے ہوئے کسی انسان کی ضرورت، اب ہم جاتے ہیں

خُطبۂ جمعہ — ضبط و ترتیب : علوی

صحابہ کرام علیہم الرضوان تربیت نبوی ؐ کے شاہکار

ان سے دوستی و دشمنی نبی ؐ سے دوستی و دشمنی کے مترادف ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ:۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم :—
هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (الجمعۃ آیت ۲)

بزرگان محترم برادران عزیز!

ماہ ذی الحجہ میں قربانی کے بعد ایسے واقعات پیش آئے جن کا ہماری ملّی زندگی پر بہت گہرا اثر پڑا۔ ان میں سے دو واقعات کا تعلق حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہے یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی "شہادت" (۱۸ر ذوالحجہ) اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ (۲۶ر ذوالحجہ) ساتھ ہی پھر محرم شروع ہو جاتا ہے جس کی پہلی تاریخ کو حضرت فاروق اعظم دنیا سے چل بسے اور ۱۰ر محرم کو حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہید ہوئے۔ اس لئے ان دنوں میں بالعموم اس قسم کے عنوانات پر تقاریر و خطبات کا سلسلہ ہوتا ہے، ان واقعات کی تفصیل تو بڑی مشکل ہو گی تاہم بعض اصولی باتیں ان مواقع پر عرض کرنے کا خیال ہے۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے اور عمل کے جذبہ سے نوازے۔

بعثت نبوی اور اس کے مقاصد

بنیادی طور پر یہ سمجھ لیں کہ حضور علیہ السلام کی پیدائش و بعثت سے صدیوں قبل حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے بناء کعبہ کے وقت جہاں اور دعائیں کی تھیں، وہاں آپ کی بعثت کی درخواست بھی کی تھی جو سورۂ بقرہ کے آخر میں موجود ہے۔ حضور علیہ السلام اس لئے ہی فرماتے اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ — کہ میں اپنے ابّا بزرگوار حضرت خلیل کی دعا کا نتیجہ ہوں —— اللہ رب العزت نے دعائے خلیل کو شرف قبولیت سے نواز کر حضور علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور جس ترتیب سے حضرت خلیل نے حضور علیہ السلام کے لئے فرائض کی بات کی تھی اسی ترتیب سے اللہ رب العزت نے انہیں بھی رکھا اور بعینہٖ وہ فرائض آپؐ کے سپرد ہوئے۔ دعائے خلیل اور اس کے بالمقابل سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۱ — آل عمران کی آیت ۱۶۴ اور الجمعہ کی آیت ۲ کا تقابلی مطالعہ ہمارے دعوے کی دلیل ہے —— الجمعہ کی آیت کا ترجمہ ہے:۔

"وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو

پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔"

حکمت سے کیا مراد ہے؟

مقاصد و فرائض نبوّت میں تلاوت آیاتِ ربانی، تعلیمِ کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفس کا ذکر ہے۔ باقی چیزیں تو عام فہم ہیں۔ حکمت کا کیا مفہوم ہے؟ یہاں یونانی طریقِ علاج کو حکمت اور ان کے ماہرین کو حکیم کہا جاتا ہے۔ عام طور پر دانش و سمجھ کی باتوں پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور قرآن عزیز سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ حکمت سے مراد بلند اخلاق اور اسلامی آداب ہیں۔ قرآن کو آپ دیکھیں۔ سورۂ بنی اسرائیل جس کو سورۂ اسرا بھی کہتے ہیں اس میں اسلامی اخلاق و آداب کے اصول ذکر کر کے فرمایا گیا۔

"اے نبی! یہ ان (ہدائتوں) میں سے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے دانائی کی باتیں تمہاری طرف وحی کی ہیں۔" (آیت ۳۹)

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصائح قرآن میں ذکر ہیں تو اس سے متصل لقمان کو حکمت (دانائی) بخشنے کا ذکر ہے۔ (لقمان آیت ۱۲)

اسی طرح سورۂ البقرہ میں اللہ کے راستہ میں احسان جتلائے بغیر خرچ کرنے اور فقر و تنگ دستی سے نہ ڈرنے اور اللہ تعالےٰ پر توکل و اعتماد کرنے کی وصیت کی اور ارشاد ہوا:۔

"اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے حکمت (دانائی) بخشتا ہے اور جس کو حکمت (دانائی) ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔" (آیت ۲۶۹)

اور حضور علیہ السلام نے اپنے مقاصدِ بعثت کے اس عظیم مقصد کا تاکید کے ساتھ یوں ذکر کیا:۔

کہ میری بعثت ہی اس لئے ہوئی ہے کہ مَیں مکارمِ اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں"۔
(موطا امام مالکؒ)

اس لئے ہم نے عرض کیا کہ حکمت سے مراد بلند اخلاق اور اسلامی آداب ہیں اور یہ بات حضور علیہ السلام کے مقاصد بعثت میں "حکمت" کے عجیب و غریب لفظ سے ذکر کی گئی۔ قرآن کے ارشاد کے مطابق حضور علیہ السلام اس معاملہ میں انتہائی عالی مرتبت تھے وانّک لعلی خلق عظیم (القلم-۴) اس لئے جو آپ سے وابستہ ہو گیا وہ کندن ہو گیا اور ایسا پارس بن کر نکلا کہ اس کی دنیا میں مثال نہیں — آپؐ سے وابستہ حضرات کے متعلق "تاریخی روایات" کو تو چھوڑئیے کہ "تاریخی روایات" جس زمانہ میں مدون و مرتّب ہوئیں اس وقت گروہی اختلافات اور تعصّبات نے ہر چیز کو اپنے پنجہ میں جکڑا ہؤا تھا۔— فلہٰذا مؤرخین کی کاوشوں کا اجتماعی طور پر احسان مند ہونے کے باوجود من کل وجوہ ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا —— اس معاملہ میں اعتماد کی سب سے بڑی بنیاد کتابِ الہٰی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے نازل کیا، وہ اللہ رب العزت جو سب سے زیادہ سچّا اور غیرت مند ہے اور جس کے لئے جانبداری یا پاسداری کا لحاظ نہیں۔ اس خدائے عظیم و خبیر نے اس جماعت مقدسہ کے عزم و ثبات، رسوخ فی الایمان اور تزکیۂ اخلاق و بلند کرداری کی خود شہادت دی۔

سورۂ الحجرات کی آیت ۷، ۸ صحابہ کرام کے لئے جو فیض نبوی کے صحبت یافتہ تھے سب سے بڑی شہادت اور فخر و مباہات کا عظیم سرمایہ ہے:۔

"اور جان رکھو کہ تم میں خدا کے نبی (موجود) ہیں اگر بہت سی باتوں میں

وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ تعالےٰ نے تم کو ایمان، عزیز بنا دیا۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل اور احسان سے اور اللہ رب العزت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

نبی — انسانیت کا مربّی

یہ بات تو طے ہے کہ نبی ہر اعتبار سے انسانیت کا مکمل ترین نمونہ ہوتا ہے بلکہ بقول امان عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اس کے اخلاق و کردار اور سیرت کو دیکھنا ہو تو قرآن کو دیکھو کہ وہ قرآن کی ہو بہو تصویر ہے گویا

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

تو اس امام الاولین والآخرین اور انسانیت کے لئے سرچشمۂ ہدایت و مربّی کامل اور محسن بے غرض کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمامتر توجہ انسانوں پر دیتا اور گوشت پوست کے اس انسان نما حیوانات کو حقیقی انسان بنا دیتا ہے۔ وہ انسانی برادری کی مخفی صلاحیتوں کو بیدار کرتا اور انہیں فرش سے عرش تک پہنچانے کا کام کرتا ہے۔ بقول حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالےٰ والدین انسان کے دنیا میں آنے کا ظاہری سبب ہیں تو اساتذہ معلمین، مربیانِ تزکیہ اور ائمۂ ہدایت و طریقت اس کو انسان بنانے کا باعث —— اور ظاہر ہے کہ ان اساتذہ کے استاذ، ان معلمین کے معلم، ان مربیوں کے مربّی، اور ان ائمہ کے امام حضور خاتم النبییّن محمدؐ عربی علیہ السلام ہیں تو گویا وہ سب سے بڑے محسن اور سب سے زیادہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے انسان ہو کر ان خصائل و کمالات کو ظاہر کیا کہ جن پر اللہ تعالےٰ کے فرشتے سو جان سے قربان ہوں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے ساتھ جو لگیں وہ کورے کے کورے رہیں؟ یہ سوچ کہ انہیں رسوخ فی الایمان نصیب نہ ہؤا یا رحلت نبوی کے بعد وہ راہِ حق سے بھٹک گئے اور معاملات سیاسی و خلافت میں الجھ گئے یا یہ سوچ کہ وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کرتے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے یا یہ کہنا کہ وہ نظامِ عدل کما حقہٗ قائم نہ کر سکے اور انہوں نے بیت المال وغیرہ کے معاملہ میں اپنی شرعی ذمہ داریاں پوری نہ کیں —— سب غلط اور سو فیصد غلط ہے، ایسی باتیں کہنے والے نہ صرف قرآن کے چند در چند ارشادات اور فرامین رسالت کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ وہ مسلمہ تاریخی شہادتوں سے دیدہ دانستہ صرف نظر کر کے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نبوت و رسالت کی عظیم درسگاہ و خانقاہ کے ان فیض یافتہ لوگوں کے خلاف من مرضی کی "تاریخی روایات" کے سہارے زہر اگلنا اس گندی مکھی کا تو کام ہو سکتا ہے جو گندگی کی رسیا ہو چکی ہے، کسی شریف النفس، احسان شناس اور باضمیر و باغیرت انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔

قرآنی شہادتیں

سورہ حجرات کے حوالہ سے ایمان کی متاع سے ان کا متصف ہونا اور کفر و عصیان سے دور و بیزار ہونا آپ نے ملاحظہ کر لیا تو مزید یہ بھی دیکھ لیں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں ایک ایسی کھیتی سے تشبیہ دی جو ابتدا میں کمزور تھی لیکن بڑھتے بڑھتے طاقتور و توانا ہو گئی اور بہار دکھانے لگی۔ اور اس کے نظارہ جاں افروز سے

باغبان و مالی تو عش عش کر اٹھا۔ لیکن حاسدین اور نظریہ حقیقت کے دشمن و مخالفین حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ (الفتح) قرآن نے انہیں اللہ تعالیٰ کی جماعت کے معزز و محترم خطاب سے نوازا (الممتحنۃ) انہیں السّابقون الاوّلون کہہ کر ان سے مکمل طور پر راضی ہونے کا اعلان کیا (التوبہ) ان کی پاکیزگی اور پاک خصال کی تعریف کرکے انہیں اللہ کا محبوب بتایا (التوبہ) ان کے ایمان اور جہاد و ہجرت کی قربانیوں کا ذکر کرکے انہیں ھم المومنون حقّاً فرمایا۔ (الانفال) آنے والی نسلوں کو ان کا احسان مند رہنے کی تلقین کی اور ان کے حق میں رفع درجات کی دعا کا حکم فرمایا (الحشر) انہیں ایسی صداقت شعار جماعت بتلایا جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں سرخروئی سے حاضری کی متمنی ہو اور اس میں سے بعض اس عہد میں کامیاب ہو جائیں اور بعض اس امید میں جئیں (احزاب) اور کسی مرحلہ پہ ان سے بھول چوک ہو جائے تو عام معافی کا اعلان کرکے ان کے اخلاص و ایمان پہ مہر تصدیق ثبت کر دی (آل عمران) راہ خدا میں دی گئی اذیتوں، گھروں سے نکالے جانے اور ہجرت کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باعث ان کی خطاؤں کو معاف کر دینے اور انہیں جنتِ عدن میں داخل کرنے کا وعدہ کیا (آل عمران) تو اس سے بڑھ کر ان کی عظمت کا کیا ٹھکانہ؟ لیکن یہ تمام عظمتیں جہاں ان کا سرمایہ حیات اور ان کے سروں کا تاج نورانی ہے وہاں اس کا اصل کریڈٹ اس ذات اقدس کو جاتا ہے جس نے انسانیت کے اجڑے چمن کو اپنے اور اپنے رفقاء کے قیمتی خون سے سیراب کرکے حیاتِ نو بخشی۔ اور اذیتیں دینے والوں کو معاف کرکے ان کے لئے دعا کی۔

"کہ بار الٰہ! انہیں ہدایت دے دے اور انہیں توفیق دے کہ مجھے سمجھ لیں (اور محسوس کر لیں کہ میں ان کا خیر خواہ ہوں بدخواہ نہیں)

پھر اس امام اولین و آخرین نے اپنی اس کھیتی کو لہلہاتا دیکھ کر اگر اسے آسمان ہدایت کے ستارے بنایا یا ان کے ساتھ دوستی و دشمنی کو اپنے ساتھ دوستی و دشمنی سے تعبیر کیا یا ان پر تنقید و اعتراض کو باعث لعنت کہا تو سچ ہی کہا غیرت کا تقاضا یہی ہے کوئی بھی رفاقت و محبت اور ہم نشینی و مجالست میں بیٹھنے والوں کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ وہاں تو نبی کا معاملہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سیاہ باطن و سیاہ رو کسی منفی جذبہ سے دو چار منٹ کو آپ کے پاس چلا جائے تو چلا جائے لیکن دائماً انہیں ہی رفاقت نصیب ہوگی جو اس پاکیزہ مجلس کے اہل و مستحق ہوں گے۔

اسی بنا پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اسی طرح میرے لئے میرے صحابہ کو چنا۔

تو عزیزو! ان بزرگان سلف کے متعلق احتیاط غایت درجہ ضروری ہے۔ ان کا احسان مند رہنا ان کے حق میں رفع درجات کی دعا کرنا اور ان کے جذبۂ عمل و ایثار کی مشق کرنے کی کوشش کرنا ہی دین ہے۔ اور جس نے ان سے نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک سے عداوت، دشمنی اور حسد رکھا وہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو گیا وہ لاکھ قرآن پڑھے اور لاکھوں کے صدقات دے، رفاہ عامہ کے کام کرے وہ بقول سیدنا ابو ذرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ زندیق ہے اسلام دشمن ہے اور دشمن خدا و رسول ہے۔ ایمان و اسلام اور ہدایت وسعادت کا مدار "ما انا علیہ و اصحابی" ہے۔ یہ نہیں تو سب غلط ——— اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمارے دل صحابہ کرام کی محبت و عظمت سے پُر ہو جائیں اور ان سے بدگمانی اور ان کی بدگوئی سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمادے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ

حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جلیل القدر تابعی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

فرمایا: ہم مرنا نہیں چاہتے جب تک توبہ کرلیں، اور توبہ نہیں کرتے جب تک موت نہ آجائے۔
فرمایا: دنیا کا جو حصہ گذر چکا ہے وہ محض خواب وخیال تھا اور جو باقی ہے وہ محض آرزو ہے۔
فرمایا: آدم کے بیٹے مرنے کے بعد تجھ پر حقائق کھلیں گے۔
فرمایا: بادشاہ کی مثال تو بازار کی ہے اگر وہاں باطل کی مانگ ہے تو باطل آئے گا اور اگر حق کی مانگ ہے تو حق آئے گا۔
فرمایا: لوگوں نے عمل کی بجائے علم پر اور کردار کی بجائے گفتار پر قناعت کرلی ہے۔
فرمایا: آج آخرت کا سودا بڑا سستا اور اس کا سکہ بے قیمت ہے اسلئے سستے زمانے میں آخرت کا سامان زیادہ سے زیادہ بھر لو، خدا کی قسم کل جب آخرت کا سکہ چلے گا تو وہ کسی بھی قیمت پر دستیاب نہیں ہوگا۔

اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ پاک آئے، ارادہ مکہ معظمہ جانے کا تھا، مدینہ طیبہ میں کچھ دن ٹھہرے، ان دنوں میں لوگوں سے پوچھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی ایسے صاحب موجود ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی زیارت سے مشرف ہوں؟ انہیں بتایا گیا کہ ہاں ایک بزرگ ابو حازمؒ ہیں۔ سلیمان نے ابو حازمؒ کو بلا بھیجا۔ خلیفہ سلیمان اور ابو حازم کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ حدیث و تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے ذیل میں سنن دارمی کے حوالے سے آپ بھی پڑھئے۔

سلیمان: ابو حازم یہ بے وفائی کیسی؟

ابو حازم: امیر المومنین آپ نے میری کونسی بے وفائی دیکھی؟

خلیفہ: بے وفائی ہی ہے کہ مدینہ کے تمام سربرآوردہ افراد مجھے ملنے آئے مگر آپ نے زحمت نہیں کی۔

ابو حازم: امیر المومنین آپ سے مجھے خلافِ واقعہ بات کہنے کی توقع نہیں ہونی چاہیئے، آج سے پہلے نہ آپ نے مجھے دیکھا نہ میں نے آپ کو (پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ فقیر کا شمار مدینے کے بڑے لوگوں میں ہوتا ہے)

خلیفہ: (محمد بن شہاب کی طرف التفات کرتے ہوئے) بڑے میاں ٹھیک کہتے ہیں یہ میری غلطی ہے۔ ہاں ابو حازمؒ کیا بات ہے ہمیں موت سے کیوں گھبراہٹ ہے؟

ابو حازم: اس لئے کہ تم نے آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کیا، آبادی سے ویرانے کی طرف منتقل ہوتے ہوئے آدمی گھبرایا ہی کرتا ہے۔

خلیفہ: آپ ٹھیک کہتے ہیں ابو حازم اچھا یہ بتلایئے کہ کل بارگاہ خداوندی میں پیشی کیسے ہوگی؟

ابو حازم: فرمانبردار کو تو ایسا محسوس ہوگا جیسے کوئی سفر سے واپس ہو کر اپنے گھر جائے اور بدکار کا یہ حال ہوگا جیسے کوئی بھگوڑا غلام اس کے آقا کے روبرو پیش کیا جائے گا۔

خلیفہ: (روتے ہوئے) کاش کسی طرح معلوم ہو جاتا کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ہمارے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا۔

ابوحازم: یہ تو بڑی آسان بات ہے اپنے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کرکے دیکھ لیجئے۔

خلیفہ: کتاب اللہ میں وہ کونسی آیت ہے جس پر اپنے اعمال کو پیش کرکے دیکھوں۔

ابوحازم: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم۔

ترجمہ: بے شک نیکوکار ناز ونعمت میں ہوں گے اور بدکار جلتی آگ میں۔

خلیفہ: ابوحازم! حق تعالیٰ کی رحمت کہاں ہے؟

ابوحازم: ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین یقیناً اللہ کی رحمت دل سے نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

خلیفہ: کونسا بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز ہے؟ ابوحازم!

ابوحازم: اہل مروت اور اہل عقل۔

خلیفہ: سب سے افضل عمل کونسا ہے؟

ابوحازم: فرائض کی ادائیگی کے ساتھ محارم سے بچنا۔

خلیفہ: دعا کونسی سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے۔

ابوحازم: احسان مند کی دعا احسان کرنے والے کے حق میں۔

خلیفہ: صدقہ کونسا افضل ہے۔

ابوحازم: جو غریب آدمی کی محنت کی کمائی ہو جو پریشان حال سائل کو دیا جائے اور جس کے بعد نہ احسان دھرایا جائے نہ سائل کو تکلیف دی جائے۔

خلیفہ: سب سے زیادہ انصاف کی بات کونسی ہے۔

ابوحازم: جس شخص سے خوف یا لالچ ہو اس کے سامنے سچی بات کہنا۔

خلیفہ: سب سے عقلمند مسلمان کون ہے؟

ابوحازم: جو اطاعت خداوندی بجا لاتا ہو اور دوسروں کو بھی اس کی رہنمائی کرتا ہو۔

خلیفہ: سب سے بڑا احمق کون ہے؟

ابوحازم: جو اپنے ظالم بھائی کی ہاں میں ہاں ملاکر دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالے۔

خلیفہ: آپ نے ٹھیک کہا! اچھا یہ بتائیے ہماری حکومت کیسی ہے؟

ابوحازم: امیر المومنین! کیا مجھے اس سوال کے جواب سے معاف نہیں کیا جاتا۔

خلیفہ: نہیں تمہیں میری خیرخواہی کے لئے اس کا جواب دینا ہوگا۔

ابوحازم: اچھا سنئے امیر المومنین! آپ کے باپ دادا نے تلوار کی نوک سے مسلمانوں کو مغلوب کیا اور ڈنڈے کے زور سے یہ سلطنت حاصل کی اس پر نہ تو مسلمانوں کا مشورہ ہوا نہ ان کی رضامندی حاصل کی گئی، بلکہ اس پر بڑی خونریزیاں ہوئیں، اب وہ یہ سلطنت چھوڑ کر جاچکے ہیں، کاش آپ کو یہ معلوم ہوجاتا کہ ان سے کیا سوال وجواب ہوا۔

ایک حاضر مجلس: ابوحازم تم نے بہت نازیبا بات کہی۔

ابوحازم: غلط کہتے ہو! اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ حق کو واضح طور پر بیان کریں گے اسے چھپائیں گے نہیں۔

خلیفہ: خیر! اب ہماری حالت درست کیسے ہوسکتی ہے؟

ابوحازم: اس طرح کہ تم شیخی چھوڑ دو، مروت کو مضبوط پکڑو، اور مال کی تقسیم میں عدل وانصاف کیا کرو۔

خلیفہ: ہم جو لوگوں سے مال وصول کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ابوحازم: حلال جگہ سے لو اور اس کے مستحقین پر صرف کرو۔

خلیفہ: ابوحازم! کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ ہمارے ساتھ رہا کریں تاکہ آپ کو ہم سے اور ہمیں آپ سے فائدہ پہنچے۔

ابوحازم: خدا کی پناہ!

خلیفہ: وہ کیوں؟

ابوحازم: مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں حق کو چھوڑ کر تمہاری طرف ذرا بھی مائل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دنیا وآخرت میں دہری سزا ملے گی۔

خلیفہ: اچھا اپنی کوئی ضرورت تو پیش کیجئے۔

ابوحازم: کیا آپ مجھے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کرسکتے ہیں؟

خلیفہ: یہ تو میرے بس کی بات نہیں۔

ابوحازم: تو پھر اس کے علاوہ

میری اور کوئی ضرورت نہیں۔

خلیفہ: اچھا میرے لئے دعا کر دیجئے۔

ابوحازم: اے اللہ! اگر سلیمان تیرا دوست ہے تو دنیا وآخرت کی خیر اس کے لئے آسان کر دیجئے اور اگر تیرا دشمن ہے تو اس کی چوٹی پکڑ کر اسے اس طرف لے جائیے جو تجھے پسند ہو۔

خلیفہ: بس بس۔

ابوحازم: میں نے اگرچہ مختصر سی دعا کی ہے مگر یہ کافی ووافی ہے بشرطیکہ تم اس کے اہل ہو اور اگر اس کے اہل نہیں تو بے فائدہ ہے۔

خلیفہ: مجھے کوئی وصیت کیجئے۔

ابوحازم: میں آپ کو مختصر سی وصیت کرتا ہوں، اپنے رب کی عظمت ونزاہت کا دھیان رکھو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں ایسی جگہ دیکھ لے جہاں سے اس نے منع کیا ہے یا ایسی جگہ سے غیر حاضر پائے جہاں کی حاضری کا اس نے حکم دیا ہے۔ ابوحازم یہ کہہ کر باہر نکل گئے خلیفہ نے ان کے پیچھے سو دینار بھیجے اور کہلا بھیجا کہ انہیں اپنے مصرف میں لائیے آپ کو یہ وظیفہ میرے یہاں سے ہمیشہ ملتا رہے گا ابوحازم نے وہ دینار واپس کر دیئے اور خلیفہ کو یہ کہا: امیر المومنین آپ کے لئے خدا کی پناہ چاہتا ہوں (اس تصور سے) کہ آپ نے جو سوالات کئے وہ محض ازراہ دل لگی تھے، اور یہ خیال بھی نہ فرمائیے کہ ان دیناروں کو ذلت وحقارت کی بنا پر واپس کر رہا ہوں بات یہ ہے کہ جب ان کو آپ کے لئے پسند نہیں کرتا تو خود اپنے لئے کیونکہ پسند کرسکتا ہوں۔ امیر المومنین! جب موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ چرواہے بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں، اور دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ذرا ہٹ کر کھڑی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہ بولیں ہم اس وقت پانی پلا سکتی ہیں جب دوسرے لوگ ہٹ جائیں۔ ہمارے والد ماجد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ اس مجبوری سے یہ خدمت ہمیں کرنا پڑتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو ان پر ترس آیا، ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، پھر وہاں سے ہٹ کر سائے میں بیٹھ گئے، اور دعا کی کہ اے اللہ تیری طرف سے جو خیر بھی نازل ہو میں اس کا محتاج ہوں آپ کو اس وقت شدید بھوک بھی تھی اور خوف بھی، مگر اس حالت میں بھی خدا ہی سے مانگا مخلوق سے نہیں مانگا آپ کی اس دعا کا مطلب چرواہے تو نہ سمجھ پائے مگر وہ دونوں صاحبزادیاں سمجھ گئیں۔ گھر جا کر سارا قصہ باپ سے بیان کیا۔ ان کے والد ماجد (یعنی شعیب علیہ السلام تھے) نے فرمایا معلوم ہوتا ہے ان صاحب کو بھوک لگی ہوئی ہے اور ایک صاحبزادی سے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ۔ چنانچہ جب وہ آئیں تو چہرہ ڈھانک لیا اور کہا میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے جو پانی پلانے کی خدمت کی ہے اس کا معاوضہ ادا کریں۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ معاوضے کا قصہ بڑا ناگوار گذرا، مگر چونکہ بھوکے بھی تھے اور پہاڑی علاقے میں رات کی وحشت وتنہائی بھی سامنے تھی اس لئے ناچار ساتھ ہو لئے، صاحبزادی آگے آگے چل رہی تھیں، موسیٰ علیہ السلام سے یہ برداشت نہ ہوا کہ نامحرم پر کپڑوں میں بھی نظر پڑے فرمایا آپ پیچھے چلتی رہیں اور راستہ بتاتی جائیں، جب شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو شام کا کھانا تیار تھا، فرمایا نوجوان بیٹھو کھانا کھاؤ، موسیٰ علیہ السلام نے کہا نعوذ باللہ، فرمایا کیوں کیا بات ہے، کیا تمہیں بھوک نہیں؟ کہا بھوک تو ہے، مگر مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ پانی پلانے کا معاوضہ نہ ہو، میرا تعلق ایسے گھرانے سے ہے کہ ہم کسی دینی خدمت کے بدلے زمین کی بھرتی سونا قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہیں، فرمایا، نہیں، برخوردار، یہ میری اور میرے آباؤ اجداد کی عادت چلی آرہی ہے کہ ہم مہمان نوازی کیا کرتے ہیں اور کھانا کھلایا کرتے ہیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بیٹھ کر شریک طعام ہوئے۔

امیر المومنین جو نصیحتیں میں نے آپ کو کی ہیں اگر یہ سو دینار ان کا معاوضہ ہے تو بحالت اضطرار مردار، خون اور سور تو حلال ہوسکتا ہے مگر یہ حلال نہیں، اور اگر یہ آپ نے اس لئے بھیجے ہیں کہ بیت المال میں میرا حق بھی ہے تو میرے جیسے لوگ [2]

[2] اور بہت ہیں، اگر آپ ہم سب کو برابر دیں تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ والسلام

مولانا قاری محمد طیّب صاحب کی وفات پر

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا تعزیتی بیان

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ایک عرصہ سے علیل تھے، ان کی عمر ۸۷ سال سے متجاوز ہو چکی تھی، زندگی کے آخری صدمات نے ان کو اور بھی ضعیف و مضمحل اور چراغ سحری بنا دیا تھا، اسی لئے اس حادثہ کا دھڑکا لگا ہوا تھا جو ۶ شوال کو ان کی وفات کی شکل میں پیش آیا، اگرچہ یہ حادثہ غیر متوقع اور خلاف قیاس نہ تھا لیکن ان کی شخصیت، فضائل و کمالات اور طویل و وسیع دینی خدمات پر قریبی تعلق و واقفیت کی بنا پر "قومی آواز" میں اچانک اس خبر کو پڑھ کر دل کو دھکا لگا اور ایسا معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اچانک اور خلاف توقع پیش آیا، واقعہ یہ ہے کہ شاید کم سے کم ہندوستان میں کسی علمی و دینی شخصیت کو کم ایسی ہر دل عزیزی، عام شہرت و مقبولیت اور مختلف دینی اداروں اور جماعتوں کا اعتماد حاصل ہوا تھا (معدودے چند افراد کو مستثنیٰ کر کے) اور اس کو اتنے طویل عرصہ تک، دار العلوم دیوبند جیسے عظیم و جلیل بین الاقوامی شہرت کے حامل ادارہ کی خدمت و ترقی کا موقع ملا ہوگا، جیسا قاری صاحب کو ملا۔ ان کی اسی عام مقبولیت و جامعیت اور ان کی ذات کے اختلافات سے بہت حد تک بالاتر ہونے کا نتیجہ تھا، کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے روز اوّل سے جو ہندوستان کے مختلف الخیال گروہوں، دینی جماعتوں اور اداروں کا نمائندہ ہے، ان کی وفات کے دن تک ان سے زیادہ موزوں اور متفق علیہ صدر نظر نہیں آیا اور وہ اس عہدہ پر باتفاق آراء شروع سے آخر تک رہے، ان کو بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے نسبت گرامی کا شرف حاصل تھا اور وہ نصف صدی تک مسلسل اس موقر اور عظیم ادارہ کے منصب اہتمام پر فائز رہے، اور ان کے دورِ اہتمام میں اس ادارہ نے ایسی ترقی کی جو اس کے ابتدائی دَور کے دیکھنے والوں کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی، انہوں نے بڑی بحرانی موقعوں پر اس ادارہ کی حفاظت اور رہنمائی کی، انہیں کے عہد میں اور ان کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۸۰ء میں اس کا عظیم صد سالہ جشن منعقد ہوا جو اس کی شہرت و قبولیت کا نقطہ ارتقاء تھا، انہوں نے اپنا نام اور زندگی اس ادارہ کے نام اور اس کی زندگی سے ایسی وابستہ کر دی تھی کہ ان میں سے ایک کا تصور دوسرے کے ساتھ آتا تھا، کاش کہ وہ اس سے علیحدگی کا داغ اُٹھائے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوتے اور ان کے اور دار العلوم کے درمیان کوئی حجاب حائل نہ ہوتا، اس کے لئے بعض نیاز مندوں نے پوری جدوجہد کی اور اس کی کوشش کی کہ وہ اسی اعزاز و اعتماد اور تعاون کے ساتھ زندگی کی بقیہ مہلت گذار دیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی اور ان کو اپنی زندگی کے آخری مرحلہ میں اس عظیم روحانی صدمہ اور جگر خراش احساس سے دوچار ہونا پڑا، اور زندگی کے آخری دن اس ادارہ کی ذمہ داری سے الگ ہو کر گذارنے پڑے جو ان کے دادا کا لگایا ہوا باغ، ان کا اپنے خون پسینہ سے سینچا ہوا چمن،

(باقی ۲۱ پر)

یاد رفتگاں

محمد قاسم للّہ

مولانا فضل محمد للّہی

للّہ ضلع جہلم کے ایک اہل علم، خدا یاد اور خدا ترس گھرانے میں ۱۹۱۰ء میں جنم لینے والی ہستی کا نام والدین نے فضل محمد تجویز کیا کسے معلوم تھا کہ یہی نومولود بعد میں مرور زمانہ سے الحاج حضرت مولانا فضل محمد صاحب نقشبندی مجددی کے پیارے نام سے پکارا جائے گا۔ اُن کا خاندان پشت ہا پشت سے معزز و محترم اور مستجاب الدعوات مشہور تھا اُن کے دادا سیف زبان تھے اُن کے والد ماجد جب ۱۹۱۴ء میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اُن کی والدہ ماجدہ کو جن کے سر پر چار یتیم بچوں کا بوجھ پڑنے والا تھا دیگر وصایا کے ساتھ ساتھ ایک وصیت یہ بھی فرمائی کہ بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنا تاکہ لوگ میاں جی کہتے رہیں، اُن دنوں میاں جی عزت و احترام کا کلمہ سمجھا جاتا تھا۔

بیوہ ماں نے یتیم بچوں کی پرورش میں اپنی بیوگی کو فراموش کرتے ہوئے پرورش و نگہداشت کے وہ فرائض سرانجام دئے کہ مرد بھی خال خال اس فریضہ سے بمشکل عہد برآ ہو سکیں گے۔

ع سوختن بر شمع مردہ کار پروانہ نیست

(رحمہا اللہ تعالیٰ)

ہر بچے کو بقدر مقدور و وسعت دینی علم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی سعی کمال کی گئی۔ مگر غم روزگار تجھے کیا کہوں بیٹوں کو ماں کا ہاتھ بٹانا پڑا وہ کما حقہٗ اپنے والد ماجد کی منشار کے مطابق مقام علیا تک نہ پہنچ سکے جس کی خواہش بوقت مرگ عزیز الدین مرحوم فرما گئے تھے۔ خاندانی اور موروثی حالات کے تحت کوئی حکیم کوئی کاشتکار اور کوئی تعویذات کا عامل بنا مگر حضرت والا تبار نے جو سارے بھائیوں سے چھوٹے تھے قرآن خوانی کے ساتھ ساتھ رائج الوقت پرائمری کا امتحان پاس کیا، اُس زمانے میں حضرت کو پٹواری اور گرداوری کی اسامی کی پیشکش کی گئی، مگر حضرت نے ٹھکرا دی۔

دینی تعلیم کے لئے گھر سے نکلے تو مسلسل مشکلات اور تکالیف کا سامنا ہوا۔ اساتذہ کرام کی خدمت کی اور تکلیفوں سے مقابلہ کرتے کرتے بچپن، لڑکپن اور شباب کا زمانہ پامردی سے گزارا اب کیا عرض کروں داستان حصول علم بڑی طولانی ہے، مگر مرد مجاہد کو زمانہ کہولت کے قریب کے استاد عربی مشفق سے خدا نے سرفراز کیا۔

ع ہر طلب کوش وعدہ دامن اُمید ز دست
دولت ہست کہ یابی سرِ گاہے

اپنے اخلاق کریمانہ کے ساتھ علم حدیث فقہ اور تفسیر سے کما حقہٗ روشناس ہی نہیں کیا بلکہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا، وہ مرد کامل و عامل حضرت مولانا سید امیر صاحب کورڈھوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ اور مولانا خدا بخشؒ کے علوم کے صحیح اور جائز خلف تھے۔ خدا ان بزرگوں کے مزاروں پر دن رات کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت مولانا مفتی فضل محمد صاحبؒ کی راہ سلوک میں پہلی بیعت حضرت سید حبیب شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد میروی سے طریقہ چشت اہل بہشت میں تھی جو اپنے وقت کے کامل مرد تھے۔

ع اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لے کر

بعدہٗ انہوں نے بیعت ثانی حضرت مولانا محمد عبد المالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقشبندی مجددی طریقہ میں کی، حضرت نے بعد طے مراحل سلوک و تصوف، خلافت سے سرفراز فرمایا آپ نے خلیفہ مجاز ہونے کا حق بھی خوش اسلوبی سے

سرانجام دیا۔

حصول علم و تکمیل ذات اور ادائے فریضہ حج بیت اللہ ۱۹۳۹ء میں مراجعت فرمائے للہ ہوئے، للہ کے بعد خاموشی کے ساتھ ذات حق کا مراقبہ اور توجہ قلب کا سلسلہ تو عروج و رائج تھا۔ مگر ذات اللہ اور صفات اللہ سے ناواقف تھے، اس ماحول میں زبان حق شناس کا کھولنا کار دارد اور عظیم قربانی تھی۔

؎ مرغ دل گائے نہ اس چمن میں آزادی کا گیت
آہ یہ چمن ہی نہیں ایسے ترانوں کے لئے

بقول معروف؛

؎ زبان سے کہہ گیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بہت پندار کو تو نے خدا اپنا

حاجی صاحب جن کا خاندانی عزت ووقار اور صلحا کی اولاد ہونا مسلم تھا، توحید پر اپنا سب کچھ لٹا بیٹھے، ہر محفل، ہر مجلس میں ہر کہ ومہ کے سامنے توحید کا مسئلہ جس شرح وبسط سے بیان کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔

ع ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند

خلق خدا کو شرک سے باز رکھنے کے لئے تن من کی بازی لگا دی اپنے بیگانے دبی زبان اور وا شگاف الفاظ میں مخالفت پر اتر آئے، اسی پر اُن کا غصہ کہاں فرو ہونا تھا، اس سے بڑھ کر بُرے انجام کی پیش گوئی کرنے لگے، واہ رے مرد کامل تیرا حوصلہ، تیرا جگر قربان جائیں، آپ کی ثابت قدمی اور ثبات پر نرمی اور دلجوئی کے ساتھ اُن کی خیر خواہی کی مگر نرمی اور خوش کلامی کے عوض آپ نے کیا کیا نہ سُنا اور لوگوں نے کیا کیا نہ کہا، توحید کی مے کا نشہ کچھ ایسا چڑھا تھا کہ بقول معروف ع

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

لطف اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ جو بُرا بھلا آپ کو عمر بھر کہتے رہے وہ تعویذات کے لئے آپ کے پاس آتے رہے۔ آپ نے کبھی اُن کو نہ تو مایوس کیا اور نہ ہی اس کلمہ سے روشناس کیا کہ تعویذات تو مجھ سے لیتے ہو اور میرا ہی گلہ شکوہ کرتے ہو، مسلسل اور پیہم محنت اور لگن کا نتیجہ نکلنے کا وقت آگیا تھا حلقہ احباب بڑھنے لگا۔ للہ کے کم علم اور گنوار آدمی بھی علم کی مے سے ایسے سرشار ہوئے کہ بقدر وسعت اپنے حلقہ احباب واقتدار میں مبلغ اور واعظ بن گئے مگر چشم بداں تیرے قربان تجھے اپنی آنکھ کا شہتیر تو نظر نہ آیا اور غیروں کی آنکھ کا تنکا نظر آگیا خالی خولی توحید پر عُمر گراں مایہ تو صرف نہیں کی بلکہ عظمت رسالت کا مسئلہ بھی شرح وبسط سے سمجھایا۔

؎ بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
خلاف پیغمبر کسے راگزید، ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اخلاق ومحاسن وحقوق العباد اور حقوق اللہ پر روشنی ڈالتے اور زور دیتے ہوئے خوب واضح کیا۔

ع کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے

انگریز کے جور واستبداد کے دورِ منحوس میں جس طرح علمائے حق صلحائے کرام نے انگریز کے خلاف اپنی دلی نفرت کا اظہار کیا۔ اس مرد خدا شناس نے بھی بزرگانِ سلف کی طرح انگریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے لئے مجلس احرار اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا، مدتوں مجلس احرار اسلام للہ شریف کے صدر رہے، حضرت شاہ جی کے ہاں عقیدت اور عشق و محبت میں یہ مرد مجاہد حاضری دیتا رہا، شاہ جی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے، آپ شاہ جی کی آنکھوں کا تارا تھے کون کون سے محاسن اور خوبیاں شمار کروں اور ان کی طرف راہنمائی کروں میرا قلم عاجز و درماندہ ہے۔

؎ درماندگی غالب سے بن پڑے تو جاؤں
جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا
اب ہماری گرہ کشائی معاملات
کوئی کرے گا۔

؎ میں جس شراب تیز آب سے سرشار تھا کبھی کیا مجھے وہ
بادہ پلایا نہ جائے گا
میں جس نوائے تلخ مدہوش تھا کبھی کیا وہ نغمہ سنایا
نہ جائے گا
ہائے اب ہم سے منہ موڑ گئے
تمام رشتے قول وقرار توڑ گئے۔

؎ حال عدم کچھ نہ کھلا گزرے ہے رفتگان پہ کیا
کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بھلی بُری

انا للہ وانا الیہ راجعون

؎ عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مرجاتا نہیں
غم بن کے روح میں رہتا ہے مگر جاتا نہیں

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت نے بدایں الفاظ پکارا۔

؎ جذبہ روح محمد اگر کچھ ایمان میں ہے
کشتی ختم نبوت آج طوفان میں ہے

تو آپ نے اپنے مخلص ساتھی سالار احرار فضل الرحمٰن للہ شریف کی ہمراہی میں تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر تن من دھن کی قربانی کے لئے پیش کر دیا، عزم واستقلال کے پتلوں کو معافی مانگنے پر اکسایا گیا، مگر انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں بقائمی ہوش و حواس قربانی دینے کے لئے آئے ہیں نہ ہم نشہ میں تھے نہ ہمیں کسی نے مجبور کیا ہم تو خواجہ یثرب کی ناموس پر سب کچھ قربان کر دیں گے۔ کوہ پیکر، کوہ وقار ہستیوں کے عزم وثبات میں لغزش نہ آئی۔ آخر چھ ماہ بعد جب عام رہائی ہوئی تو دیگر ساتھیوں کے ساتھ رہا ہوئے۔ اس حقیقت سے پردہ اٹھانا بھی ضروری ہے مردان حق جہاں باطل کی قوتوں سے برسرپیکار ہوتے ہیں وہاں غم روزگار کے تحت تنگی روزگار کے دیو کے پنجے میں گرفتار رہے مگر ہمیشہ عسر کے بعد یسر ہوتا ہے۔ مردِ حق سے بھی امتحان کے بعد فراخی رزق نے قدم آجمائے قانع وشاکر اخلاص کے پتلے نے نہ تو تنگی رزق کا رونا رویا نہ فراخی رزق کے زمانے میں غرور گھمنڈ اور تکبر کو اپنے پاس پھٹکنے دیا، ہر حال میں شاکر اور رضا پر راضی رہے۔ آپ کی گھریلو زندگی بھی قابل رشک ہے، اس زندگی میں بھی خدا کا فضل وکرم شامل رہا، تین لڑکیاں اور تین ہی لڑکے خدا نے عطا کئے تھے۔ پہلی عمر میں محنتی اور جفاکش طبع کے انسان تھے مگر آخر میں کئی امراض کے شکار رہے۔ ذیابیطس کے پنجے سے نجات نہ ہو سکی آخر میں یہی مرض جان لیوا ثابت ہوا۔ جس ہستی کے نام کے ساتھ یکم جولائی ۱۹۷۹ء تک مدظلہ العالی اور دام برکاتہم کے دعائیہ کلمات سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے تھے۔ پہلی جولائی کی شام جب مغرب کی نماز پڑھی جا چکی تھی تو خالق کائنات کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے جان شیریں کو جان آفریں کے حوالے کر دیا گویا ۷۷ سال تھکے ہوئے انسان نے منزل پر پہنچ کر رخت سفر کھول دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

؎ زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اڑ گیا
آہ ریاض دہر میں کیا آئے کیا چلے
زندگی کی شاخ سے پھول کھلے مرجھا گئے
جب آئے تو روتے ہوئے آئے تھے
جب جائیں گے تو اوروں کو رلا جائیں گے

ذوق کا یہ شعر اگر صادق آیا تو حضرت پر کونسا دل اور کونسی آنکھ جو غمگین اور اشک بار نہ تھی، اس شمع کے پروانوں کو جنازے کی ایک غلط اطلاع نے رات بھر اندھیرے میں سرگرداں وحیران رکھا۔ جنازہ کا منظر قابل دید تھا لوگ پروانہ وار بظاہر بجھی ہوئی اور خاموش شمع پر گر رہے تھے کہ چشم فلک نے شاید ہی للہ کی زمین پر یہ نظیر دیکھی ہو یا بعد میں دیکھنے کا اتفاق ہو۔ یہ خداداد سعادت تھی ــــــ

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

۲ جولائی ۱۹۷۹ء کو بوقت گیارہ بجے ان کو اپنے آبائی قبرستان میں اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی جناب حکیم غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ کے جوار پہلو میں دفن کیا گیا۔ جب قبر میں اتارے گئے تو قبر کا فراخ ہونا بہت سے آدمیوں نے محسوس کیا۔

بقیہ ، قاری طیب صاحب

ان کی عزت کا نشان اور ان کی تسکین قلب کا سامان تھا، اللہ تعالےٰ ان کے درجے بلند فرمائے، ان کی دینی وعلمی خدمات کا شایانِ شان صلہ عطا فرمائے اور دارالعلوم دیوبند اور خود ملت اسلامیہ ہندیہ کو ان فتنوں سے بچائے جو ایک مخلص اور معتمد علیہ ہستی، بزرگوں کے جانشین اور ایک روشن ضمیر عالم کے اُٹھ جانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ قاری صاحب مدت دراز سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے بھی ایک مقتدر رکن تھے اور اس کے کارکن اور ذمہ دار، ان کا بزرگوں کی طرح احترام کرتے تھے۔ میں اپنی طرف سے بھی اور ندوۃ العلماء کی طرف سے بھی نیز ہندوستان کی ملت اسلامیہ کی طرف سے ان کے خاندان اور ان کے معتقدین ومنتسبین، فضلائے دارالعلوم دیوبند اساتذہ وطلبہ وارکان شوریٰ کی خدمت میں تعزیت

غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ

معین الدین وٹو
محمد پور سنساراں

رقۃ القلوب

"دل کی سختی" کی شکایت آج کل مسلمانوں میں عام ہے ۔ زیر نظر مضمون میں اس کے علاج کی کوشش کی گئی ہے ۔ اس کا مجرب نسخہ "موت کی یاد" ہے ۔ چنانچہ اس مضمون میں موت کی یاد مع چند متعلقات یعنی موت کی یاد کی فضیلت ۔ موت کی یاد دل میں بٹھانے کا طریقہ ۔ قبر سے متعلق چند بزرگوں کے اقوال مذکور ہیں ۔

موت کی یاد کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :

اکثروا من ھاذم اللذات[1]

ترجمہ : لذتوں کو مٹا دینے والی شے (موت) کو اکثر یاد کیا کرو۔

اور فرمایا کہ ـــــ اگر بہائم (جانوروں) کو وہ معلوم ہو جائے جو تم جانتے ہو تو تم ان میں سے فربہ کبھی نہ کھاؤ یعنی سب کمزور ہو جائیں۔

حضور کا یہ بھی ارشاد ہے :

اکثروا من ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب ویزھد فی الدنیا[2]

ترجمہ : موت کا ذکر کیا کرو کہ وہ گناہوں کو صاف کر دیتی ہے اور دنیا میں پرہیزگار بنا دیتی ہے۔

ایک بار آپ مسجد میں تشریف لائے ۔ دیکھا تو کچھ لوگ باتیں کرکے ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو۔ سن لو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ایک شخص نے انصار میں سے آپ کی خدمت میں عرض کیا لوگوں میں سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کی تیاری سب سے زیادہ کرے وہی لوگ دانا ہیں[4]

ربیع بن خشیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایماندار کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اس کے لئے کوئی اور نہیں اور فرمایا کرتے کہ جب میں مر جاؤں تو میری خبر کسی کو نہ کرنا ۔ آہستہ سے مجھے میرے رب کی طرف کھسکا دینا ۔ اشعثؒ فرماتے ہیں کہ ہم حسن بصریؒ کے پاس جایا کرتے تھے ۔ صرف دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر پاتے تھے۔

حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپؓ نے اس کو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کرو۔ تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہو گئی ۔ پھر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں شکر گزاری کے لئے حاضر ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے بند اکھڑ جاتے ۔ جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی اصلی حالت پر آتی ۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جس عاقل کو دیکھا ہے ۔ موت سے خائف اور اسی سے اندوہناک پایا ہے ۔ حضرت ابو سلیمان درانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ام ہارونؒ سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو ۔ انہوں نے فرمایا کہ تم اگر کسی کا قصور کرو تو اس کی ملاقات نہ چاہو گے ۔ پس میں اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کے وصال کو کیسے اچھا جانوں۔

موت کی یاد ـــــ شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے کا طریقہ!!!

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ سے دریافت کیا کہ بھلا شہیدوں کے ساتھ بھی کوئی اٹھے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں جو دن رات میں موت کو بیس مرتبہ یاد کرے گا۔

موت کی یاد کو دل میں بٹھانے کا طریقہ

اسلام کے عظیم فلسفی امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں موت کی یاد کو دل میں بٹھانے کا یہ طریقہ رقم فرمایا ہے ۔ اس باب میں مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں جو پہلے مر چکے ہیں کو یاد کرے یا ان کی موت اور بچھڑ جانے کو خیال کرے ۔ اور ان کی صورتیں ، عہدے اور حالات یاد کرے اور سوچے کہ اب مٹی نے ان کی وہ خوبصورتی خاک میں ملا دی ۔ ان کے اعضاء قبروں میں متفرق ہو گئے ۔ کس طرح اپنی بیویوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے ۔ مال ان کے جاتے رہے ۔ مسجدیں ان کی ویران ہو گئیں بیٹھکیں سونی پڑ گئیں ۔ کچھ نشان ان کا نہ رہا۔ یا وہ کر و فر تھا یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ۔ پس ایک ایک شخص کو جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل میں ان کے حال اور کیفیت موت کی تفصیل کرے ۔ اور اس کی صورت کا تصور کرے اس کی خوشی اور تردد ۔ زندگی اور بقا کے لئے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکہ کھانا اور اپنی قوت جوانی پر ناز کرنا اور اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور موت جلد اور ہلاکِ شتاب سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ یہ کیسے چلتا پھرتا تھا۔ اب اس کے دونوں پاؤں اور سب جوڑ ٹوٹ گئے ۔ وہ کیسے بولا کرتے تھے اور ہنسا کرتے تھے۔ اب کیڑوں نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لئے ۔ اپنے لئے ایسی تدبیریں نکالتا تھا کہ بیس برس تک ان کی ضرورت نہ پڑے ۔ حالانکہ مرنے میں ایک ہی مہینہ باقی تھا۔ ہائے ! اس کو خبر نہ تھی کہ مجھ کو کیا پیش آنا ہے ۔ موت ایسے وقت میں آگئی کہ اس کو گمان نہ تھا ۔ یکایک موت کا فرشتہ اس کی نظروں میں ظاہر ہو گیا اور اس کے کان میں آوازِ بہشت خواہ دوزخ کی ڈال دی ۔

جب یہ تامل کر چکے تو اپنے نفس پر غور کرے کہ میں بھی ایسا ہی ہوں اور مجھ پر غفلت بھی ویسی جیسے ان لوگوں کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو ان کا ہوا۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پائے ۔ ابن مطیعؒ نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا اور اس کی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ "بخدا اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش ہوتا اور اگر انجام ہمارا قبروں کی تنگی نہ ہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں"۔

پھر زور سے روئے یہاں تک کہ آواز بلند ہوئی ۔

موت کو یاد رکھنے کا انوکھا طریقہ

حضرت ربیع بن خشیمؒ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل میں کچھ سختی پاتے تو اس کے اندر گھس کر لیٹ جاتے اور بڑی دیر تک پڑے رہتے اور پھر فرماتے ۔

یا رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت ۔

ترجمہ : اے رب مجھ کو پھر بھیج دے شاید میں کچھ بھلا کروں اس

یہ مضمون امام غزالی کی تصنیف احیاء علوم الدین سے ماخوذ ہے۔

[1] ترمذی ونسائی وابن ماجہ بروایت ابوہریرہ ۱۲ [2] ابن ابی الدنیا بسند نہایت ضعیف ۱۲ [3] ابن ابی الدنیا بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ [4] ابن ابی الدنیا بروایت انسؓ بسند ضعیف ۱۲۔

ہیں جو پیچھے چھوڑا۔

اس کو کئی بار دہراتے پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ "اے ربیع اب تو واپس بھیج دیا گیا۔ اب عمل کر

قبر سے متعلق چند بزرگوں کے اقوال

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے تذکرہ سے اس قدر نہیں روتے جس قدر قبر پر کھڑے ہو کر روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے مردہ بچ گیا (یعنی اس کے عذاب سے محفوظ رہا) تو اور منزلیں اس پر آسان ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کی منزلیں اس پر اور بھی سخت ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قبروں پر بیٹھا کرتے تو لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں ایسے لوگوں میں بیٹھتا ہوں کہ مجھ کو میری آخرت یاد دلاتے ہیں۔ اور جب چلا آتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ: حضرت عمر ثانیؒ نے اپنے بعض ہم نشینوں کو فرمایا کہ اے فلاں میں رات کو جاگ گیا اور قبر کا اور اس کے رہنے والے کا حال سوچتا رہا۔ اگر تو مردے کا حال تین روز بعد قبر میں دیکھے تو اس کے پاس جانے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی اُنس اس کے ساتھ رکھتا ہو۔ اور قبر کو دیکھے کہ اس میں کیڑے دوڑ رہے ہیں۔ پیپ بہہ رہی ہے۔ رنگ مُردے کا بدل گیا ہے۔ بُو بگڑ گئی ہے۔ کیڑے بدن کھا رہے ہیں۔ کفن پرانا ہو گیا ہے۔ اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور خوشبو بھی عمدہ۔ کپڑے صاف تھے یہ کہہ کر آپؒ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ: اے وہ شخص جو گڑھے میں مدفون ہے اور قبر میں اکیلا پڑا ہے اور زمین کے اندر اپنے اعمال نیک سے اُنس رکھتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ تجھ کو کونسے عملوں سے بشارت ملی اور کون سے بھائیوں پر تو نے غبطہ کیا۔ پھر روتے یہاں تک کہ دوپٹہ تر ہو جاتا۔ پھر فرماتے کہ "بخدا اپنے نیک اعمال سے خوشخبری لے اور اپنے ان بھائیوں پر غبطہ کر جو خدا تعالیٰ کی طاعت پر مدد کیا کرتے تھے"۔ اور ان کا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبروں کو دیکھا کرتے تو بیل کی طرح ڈکرایا کرتے۔

حضرت بکر عابد رحمۃ اللہ علیہ: اپنی ماں سے کہا کرتے "کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق میں بانجھ ہوتی۔ کیونکہ تمہارے بیٹے کو قبر میں بہت دنوں بند رہنا پڑے گا اور پھر وہاں سے کوچ کرنا پڑے گا"۔

حضرت عطا سلمیؒ کا عمل: جب رات ہو جاتی تو وہ قبرستان میں جا کر کہتے کہ "اے قبر والو۔ تم مر گئے۔ ہائے ری موت! اور تم نے اپنے عمل دیکھ لئے۔ ہائے رے عمل! پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبروں میں ہو گا۔ کل کو عطا قبروں میں ہو گا" اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔

ایک عورت کے الفاظ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر کہہ رہی تھی "ہائے افسوس تیری جان چلی گئی اور پھر واپس نہ آئی۔ لوگوں نے تیری جگہ لحد میں کر دی۔ میری آنکھوں میں کیسے نیند آسکتی ہے جبکہ تیرا تکیہ یہ مٹی ہے۔ ہائے افسوس۔ پھر اس نے کہا کہ بیٹا معلوم نہیں کہ کیڑوں نے تیرے دونوں رخساروں میں سے اوّل کونسا کھانا شروع کیا"۔ حضرت داؤد رحمۃ اللہ علیہ پچھاڑ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

آخر میں ایک بزرگ جن کا نام عمر تھا کے وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے لختِ جگر ذر بن عمر کو لحد میں رکھے جانے کے بعد کہے۔ انہوں نے فرمایا "اے ذر! مجھے تیرے بارے اتنا خوف ہے کہ اس سے ہم تجھ پر غم کرنا بھول گئے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ تجھ سے کیا سوال ہوا اور تو نے کیا جواب دیا۔ پھر کہا الٰہی یہ ذر

(باقی ۱۰ پر)

بقیہ: احادیث الرسولؐ

عند اللہ ایمان و یقین کے حامل تھے کیونکہ ان کا اختلاف نفسانیت پر مبنی نہ تھا وہ دیانتدارانہ سوچ کے نتیجہ میں سامنے آیا اور علماء نے انہیں متر فرعی اختلافات بتلایا نہ کہ اصولی، اصولی معاملات میں وہ ہم زبان و ہم رائے تھے (مرقاۃ)

اس حدیث مبارکہ کے ترجمہ سے یہ بات خوب کھل کر سامنے آتی ہے!

"حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس علیہ السلام سے سنا۔ آپؐ فرماتے کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلافات کے متعلق جو سوال کیا تو رب العزت نے وحی کے ذریعہ فرمایا کہ اے محمدؐ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپؐ کے رفقاء ہمارے نزدیک آسمان میں موجود ستاروں کے مانند ہیں۔ ستارے روشنی کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں کہ ان میں سے بعض بعض سے زیادہ روشن نظر آتے ہیں لیکن نور اور روشنی تو سب میں ہے۔ (کسی میں کم کسی میں زیادہ، یہی حال صحابہ کا ہے) تو ان اختلافات کے باوصف ان کے اعمال و احوال سے کوئی بھی شخص کچھ حاصل کرے گا اور کوئی سنت و طریقہ لے گا۔ وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہی شمار ہو گا۔ حضرت فاروق رضؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے (اسی لئے) فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی تم پیروی کرو گے ہدایت پا لو گے۔ (گویا صحابہ کے مجموعی دائرہ کے اندر رہ کر ہی بات بن سکتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے ان کا ادب و احترام ضروری ہے اصول دین میں ان کی مجموعی سوچ کی پیروی لازمی ہے۔ اور فروعات میں جس طرف مخلصانہ رجحان ہو وہ قابلِ قبول ہے)۔

بقیہ: تحریک اصلاح . . . .

تقریب میں کے۔ پی۔ ٹی کے چیئرمین جناب ایم آئی ارشد، ایوانِ اردو کے صدر خواجہ حمید الدین شاہد، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکرٹری جنرل سید الطاف علی بریلوی پاکستان نیشنل سنٹر کے جناب ایم۔ آر صدیقی، جناب مظفر احمد ضیاء فاران کلب کے صدر جناب عبدالرحمٰن چھاپرہ، مدرسہ یعقوبیہ کے مہتمم قاری محمد ایوب، جامعہ قاسمیہ ہاشمیہ کے مدیر مولانا فیض محمد فیض نقشبندی اور پاکستان سنی کونسل کے ناظم اعلیٰ، شیخ محمد یوسف بجلی والا کے علاوہ کراچی کی دینی، علمی اور ادبی شخصیات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

شرک

شرک ایک ظاہر کا ہوتا ہے اور ایک باطن کا۔ ظاہر کا شرک تو بتوں کی پرستش کرنا ہے اور باطن کا شرک مخلوق پر بھروسا کرنا اور ان سے نفع و ضرر کا سمجھنا ہے۔

(نصائح غوث الاعظمؒ)

جامع مسجد شیرانوالہ میں

آیت کریمہ

۱۳ر اکتوبر جمعرات بعد نماز مغرب بدستور حسب سابق پڑھی جائے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ

طبی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

گردے کی پیپ۔ موٹاپا

س: آپ کے بعض طبی مشورے تجربے پر سو فیصد درست ثابت ہوتے ہیں لہٰذا ایک مسئلہ کا جواب دیجئے ——— میری عمر ۲۵ سال ہے میں بہت موٹا ہوں۔ پورے جسم میں عموماً اور سینے میں خصوصاً درد رہتا ہے۔ پیشاب ٹیسٹ کرانے سے پتہ چلا ہے کہ گردے سے پیپ آتی ہے، گردے میں درد رہتا ہے پیشاب بھی رکاوٹ سے آتا ہے بیٹھے بیٹھے سانس چڑھنے لگتا ہے جیسے کوئی دمہ کا مریض ہو۔ براہِ کرم کوئی مفید علاج ان تکالیف کا بتائیں۔

(شوکت علی سویٹ پیلس، حاصلپور)

ج: سب سے پہلے تو آپ مٹھائی کی دکان پر بیٹھنا چھوڑ دیں کیونکہ لوگ تو مٹھائی کھا کر موٹے ہوتے ہوں گے آپ مٹھائی دیکھ دیکھ کر ہی موٹے ہو گئے ہیں۔ اسی طرح زیادہ تر بیٹھنے ہی سے سانس چڑھتا ہے۔ لہٰذا بیٹھنا کم اور چلنا پھرنا زیادہ شروع کر دیں۔ یعنی روزانہ صبح سویرے کم از کم چار میل پیدل سیر کیا کریں۔

صبح سویرے اور عصر کے وقت ایک گلاس پانی میں ایک لیموں کا رس ملا کر پیا کریں۔

گردے کا ایکسرے کرائیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ خدانخواستہ پتھری تو نہیں؟ اس کے بعد ہی کوئی علاج بتایا جا سکے گا۔

غذا بالکل سادہ کھائیں زیادہ میٹھی چیزوں اور مرغن غذاؤں سے بالکل پرہیز رکھیں۔

دردِ شکم۔ ڈکار

س: خدام الدین ۱۵ ر جولائی ۸۳، میں آپ کے تحریر کردہ نسخے ہم نے آزمائے جو خدا کے فضل و کرم سے نہایت مفید ثابت ہوئے۔ خداوند کریم آپ کا بھلا کرے۔

ہماری بہن کو عرصہ دس سال سے پیٹ میں تکلیف ہے۔ پیٹ میں ہوا بھر جاتی ہے ــ عجیب قسم کے زبردست ڈکار آتے ہیں اور پیٹ میں شدید درد ہوتا ہے۔ پہلے پہل پیٹ میں ہوا بھر جاتی تھی اور ایک گولا سا بن کر ٹہلنے لگتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ڈکار آتے تھے۔ جو سارا دن آتے رہتے ہیں اور درد بھی ہوتا رہتا ہے۔ ہم غریب لوگ ہیں جو کماتے ہیں بیماری پر لگ جاتا ہے۔ براہِ کرم کوئی سستا اور مفید نسخہ تحریر فرمائیں

شفیق الرحمٰن، محمد رمضان
ڈرائیور۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ج: (۱) مریضہ کے پیٹ اور اس کے ارد گرد نمک اور باجرہ بموزن کی پوٹلی باندھ کر اس کی نیم گرم ٹکور کریں۔ دن کے وقت بھی اور رات سوتے وقت بھی ——(۲) الائچی سبز ۵ عدد، گلاب کے پھول ۱ تولہ، پودینہ ۲ تولہ تینوں چیزیں سیر بھر پانی میں جوش دیں اور سارا دن یہی پانی پلائیں۔ (۳) کھانے کے بعد جوارش کمونی ۳ ماشے کھلایا کریں۔ دو ہفتے یہ علاج کر کے کیفیت سے مطلع کریں تو مزید عرض کیا جا سکے گا۔

کراچی میں

تحریکِ اصلاحِ ابلاغِ عامہ کی تعارفی تقریب

کراچی ۱۳ ر ستمبر (اپ۔ ر) پاکستان نظریاتی ملک ہے اس کا نظریہ نظامِ اسلام ہے ــ ریڈیو، ٹی وی، جرائد و اخبارات اور تمام ذرائع ابلاغ کو قومی نظریاتی تقاضوں کے تابع رہتے ہوئے ملی اتحاد، ملکی استحکام اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں۔ ان خیالات کا تحریک اصلاح ابلاغ عامہ کے زیر اہتمام مقامی ہوٹل میں منعقدہ کتاب "حج اور زیارت" کی تقریب تعارف میں دانشوروں، صحافیوں اور علماء کرام نے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

تحریک اصلاح ابلاغ عامہ کے صدر جناب اقبال احمد صدیقی نے رہبرِ حجاج الحاج فریدالدین احمد الوجیہ کو حجاج کرام اور زائرین مدینۃ الرسول ﷺ کی رہنمائی کے لئے بلاقیمت اور خوبصورت معیاری کتاب "حج اور زیارت" شائع کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کیا اور کہا کہ اسلام اپنے پیروؤں کو خدا پرستی، اتباعِ سنت رسول اور اخوت و اتحادِ اسلامی کے قیام کا حکم دیتا ہے۔ تحریک اصلاح ابلاغ عامہ پاکستانی قوم کے اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے اشاعتی اور صحافتی و نشریاتی اداروں کے مثبت اور صحت مندانہ اقدار کا علمبردار ہونے کی خواہاں ہے۔

انہوں نے کہا پاکستان میں بسنے والے آٹھ کروڑ عوام ایک قوم ہیں ان کی ثقافت ایک ہے ان کے ملی مفادات ایک ہیں، ان کا حال ایک اور مستقبل ایک ہے اس لئے ذرائع ابلاغ کا فرض ہے کہ وہ قوم میں علاقائی، لسانی اور نسلی فاصلے پیدا کرنے کے بجائے اجتماعی اور متحدہ افکار کو فروغ دیں۔

تعارفی تقریب سے عراق کے نائب قونصل السید حسن محمود، ہفت روزہ خدام الدین کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مولانا عبدالرشید انصاری اور ڈاکٹر غلام محمد نے بھی خطاب کیا ممتاز دانشور جناب رحمان کیانی نے اپنی تقریر میں کہا ذرائع ابلاغ قوم کی ذہنی اور فکری نشو و نما کے لئے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ابلاغ کے اداروں اور ماہرین ابلاغ کو صرف قومی اور ملی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کردار و عمل کا تعین کرنا چاہئے۔ تحریک اصلاح ابلاغ عامہ کے قیام نے ایک ملی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

ماہر تعلیم اور مشہور نقاد ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے تعارفی تقریب سے خطاب کرتے کہا۔ قوم و ملک کی رہبری اور رہنمائی کرنے والے ذرائع ابلاغ کے اداروں کو فضولیات اور منکرات سے پاک ہونا چاہئے۔ عالم اسلام اور اسلام کے خلاف سرگرم عمل بین الاقوامی صیہونی اداروں کے شرانگیز پراپیگنڈا کا جواب پختہ عزم اور صحت مند ذرائع ابلاغ دے سکتے ہیں۔

تحریک اصلاح ابلاغ عامہ کے زیر اہتمام منعقدہ تعارفی

(باقی ۲۵ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ — ہفت روزہ خدام الدین لاہور — منظور شدہ ریڈیو پاکستان ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۶۴۹۸۰

حضرت شیخ التفسیرؒ کا ترجمہ و حاشیہ

قرآن عزیز

حصہ اول ۱۲/- پارہ

حصہ دوم ۲۰/- پارے

مکتبہ انجمن خدام الدین لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم، ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر T.B.C ۲۳۸۱-۲۳۷ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۶۷-۲۰۷۶-۹-D.O. مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲/۶/۱۱-۴۰-۳۱۵۴۱۰ مارچ ۱۹۶۷ء